مستقبل کا منظرنامہ
تہذیبوں کا تصادم

سیموئیل پی ہنٹنگٹن

ترجمہ و تلخیص: مسلم سجاد

مستقبل میں "اسلام اور مغرب" کے مسئلہ پر ایک سوچ اور پالیسی تو وہ ہے جس کا اظہار جنگ جُو اسلام' اسلام کا خنجر' اسلام کی تلوار' اور اسلام کا غیظ و غضب کے عنوانات سے شائع ہونے والی کتابوں اور مقالوں سے ہوتا ہے۔ ان میں اسلام اور مسلمانوں کو ننگی گالیاں ہیں' ان کے خلاف تعصب ہے' ان کے دین' تہذیب اور تاریخ کو مسخ کیا گیا ہے' بالکل جس طرح ۱۰۰۰ سال سے یورپ میں ہوتا رہا ہے۔

اسی سوچ اور پالیسی کا اظہار شائستگی اور متانت سے بھی کیا جا رہا ہے۔ اس میں گالیاں نہیں' تعصب نہیں' غیظ و غضب نہیں' غلط بیانی نہیں' لیکن بات وہی ہے' جو صحیح بھی ہے' کہ مستقبل میں اصل کشمکش اور تصادم اسلام اور مغرب کے درمیان ہونے والا ہے۔

اس سوچ اور انداز پر ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ہنٹنگٹن کا مقالہ *Clash of Civilizations* (تہذیبوں کا تصادم) مشہور امریکی سہ ماہی رسالہ فارن افیئرز *(Foreign Affairs)* کے ۱۹۹۳ کے شمارہ ۲۲' جلد ۷۲ میں شائع ہوا ہے' اور دنیا بھر میں نظروں کا مرکز اور بحث و تمحیص کا محور بن گیا ہے۔ یہ اعزاز کم مقالوں کو حاصل ہوتا ہے۔

احیاء اسلام کے لیے جدوجہد کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مستقبل کے بارہ میں مغرب کی سوچ' اندازوں اور پیش بینیوں سے پوری طرح واقف رہیں۔ اسی مقصد سے ہم اس مضمون کا ترجمہ شائع کر رہے ہیں۔ (خ۔م)

عالمی سیاست کا نیا انداز

عالمی سیاست ایک نئے دور میں داخل ہو رہی ہے۔ مستقبل کا منظر نامہ کیا ہوگا؟ انسانی تاریخ کی تکمیل' قومی ریاستوں کے درمیان روایتی تنازعات کا اعادہ' یا قبائلی اور عالمی رجحانات کے متضاد اثرات کی وجہ سے قومی ریاست کا زوال؟ دانشور ہر طرح کے منظر کی تصویر پیش کر رہے ہیں۔ لیکن مستقبل کی عالمی سیاست کا ایک اہم فیصلہ کن عنصر ان کی نظروں سے اوجھل ہے۔

میرا نظریہ یہ ہے کہ اس نئی دنیا میں کشمکش و تصادم نظریاتی یا معاشی نہیں بلکہ تہذیبی و ثقافتی ہوگا۔ عالمی امور میں قومی ریاست طاقتور عامل ضرور رہے گی' لیکن کشمکشِ سیاست مختلف تہذیبوں اور قوموں کے گروہوں کے گرد گھومے گی۔ تہذیبوں کے درمیان خطوطِ انفصال (FaultLines) مستقبل کی جنگوں کے محاذ ہوں گے۔

۱۶۴۸ میں یورپ کی تیس سالہ مذہبی خانہ جنگی ختم ہوئی' اور ویسٹ فیلیا (Westphalia) کا صلح نامہ ایک نیا بین الاقوامی نظام جلو میں لایا۔ اس کے بعد ڈیڑھ سو برسوں میں لڑائیاں بادشاہوں کے درمیان ہوتی رہیں' جنھوں نے قومی ریاستوں کو جنم دیا۔ ۱۷۸۹ کے انقلابِ فرانس کے بعد جنگیں ان قومی ریاستوں کے درمیان رہیں۔ ۱۹۱۸ میں پہلی جنگ عظیم کے اختتام تک یہی صورتِ حال برقرار رہی۔ پھر انقلابِ روس کے بعد نظریاتی کشمکش کے دور کا آغاز ہوا۔ پہلے کیمونزم' فاشزم' نازی ازم اور لبرل جمہوریت کے درمیان' اور پھر کیمونزم اور لبرل جمہوریت کے درمیان سرد جنگ نے اس نظریاتی جنگ کو دو سپرپاورز کی جنگ بنا دیا۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی یورپ کے روایتی مفہوم میں ایک قومی ریاست نہ تھی' بلکہ دونوں اپنی شناخت' اپنے نظریہ کے حوالے سے کرتے تھے۔

یہ تمام کشمکش اور جنگیں ایک مصنف کے مطابق "مغرب کی اپنی خانہ جنگیاں تھیں' جن کا باقی دنیا سے کوئی تعلق نہ تھا"۔ سرد جنگ ہو' جنگِ عظیم اول ودوم ہوں' یا اس سے قبل کی سترہویں' اٹھارویں' انیسویں صدی کی جنگیں' سب اسی تعریف میں آتی ہیں۔ لیکن اب سرد جنگ کے خاتمہ سے عالمی سیاست مغربی دائرہ سے باہر نکل آئی ہے' اور اب اس کا مرکز مغرب اور غیر مغربی تہذیبوں کے مابین' اور ان تہذیبوں کے اپنے درمیان کشمکش ہوگی۔ تہذیبی سیاست کے اس دور میں اب یہ نہ ہو گا کہ غیر مغربی تہذیبوں کے عوام اور حکومتوں کا شمار تاریخ میں محض مغربی استعمار کے شکار کے طور پر ہو' بلکہ اب وہ مغرب کے ساتھ ساتھ تاریخ کی تشکیل کریں گے۔

تہذیبوں کی نوعیت

سرد جنگ کے دور میں دنیا کو پہلی' دوسری اور تیسری دنیا میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ لیکن اب

ملکوں کی گروہ بندی سیاسی یا معاشی نظاموں یا معاشی ترقی کے بجائے تہذیب و ثقافت کی بنیاد پر زیادہ با معنی ہے۔

تہذیب سے ہماری کیا راد ہے؟ ہر تہذیب ایک مکمل ثقافت کی حامل ہوتی ہے۔ دیہات' علاقہ' نسلی گروہ' قومی' مذہبی گروہ ہر ایک کی اپنی اپنی سطح پر اپنی ثقافت بھی ہوتی ہے۔ پنجاب کے کسی گاؤں کی ثقافت' سندھ کے کسی دیہات کی ثقافت سے مختلف ہوگی' لیکن ان کی ایک مشترک اسلامی پاکستانی ثقافت ہوگی' جو انھیں ہندوستان کے دیہاتوں کی ثقافت سے ممیز کرے گی۔ یورپی معاشروں کی مشترک ثقافت' چینی یا عرب معاشروں سے مختلف ہوگی۔ مگر عرب' چینی اور مغرب کے لوگ کسی وسیع تر ثقافت کے اجزا نہیں ہیں۔ اس لیے یہ دراصل تہذیب ہیں۔ تہذیب وسیع ترین ثقافتی اکائی ہے' اور اس میں شامل لوگوں کا وسیع ترین تشخص ہی ان کو دوسروں سے ممیز کرتا ہے۔ اس کی بنیاد ایک طرف زبان' تاریخ' مذہب' روایات' اور اداروں جیسے مشترک ظاہری عناصر پر ہوتی ہے' اور دوسری طرف اپنی شناخت کے بارہ میں خود لوگوں کے احساسات پر ہوتی ہے۔ تشخص کی سطحیں مختلف ہوتی ہیں۔ لاہور کا رہنے والا اپنے کو لاہوری' پنجابی' پاکستانی اور مسلمان کی حیثیت سے بیان کر سکتا ہے۔ لیکن تہذیب' تشخص کا وہ وسیع ترین پیمانہ ہے جس کے ذریعہ یہ سب سے زیادہ شدت سے اپنی شناخت محسوس کرتا ہے۔ لوگ اپنی شناخت تبدیل کر سکتے ہیں' اور کرتے ہیں' اس لیے تہذیبوں کے زیرِ اثر آبادیاں اور ان کی سرحدات تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔

تہذیبیں بہت بڑی آبادیوں پر مشتمل ہو سکتی ہیں' جیسے کہ چین ہے' جو ایک ریاست کا روپ بھی اختیار کیے ہوئے ہے۔ ایک تہذیب میں کئی قومی ریاستیں ہو سکتی ہیں' جیسے لاطینی امریکی' مغربی یا عرب تہذیب' یا صرف ایک ریاست بھی ہو سکتی ہے' جیسے جاپانی تہذیب۔ تہذیبیں' آپس میں ملتی بھی ہیں' اور ان کی مزید تقسیم بھی ہو سکتی ہے' جیسے مغربی تہذیب کے دو بڑے اجزا' یورپی اور امریکی ہیں' یا اسلام کے عرب' ترک اور ملائی حصے ہیں۔ تہذیبیں متحرک ہوتی ہیں۔ انھیں عروج و زوال ہوتا ہے۔ یہ ٹکڑے ٹکڑے ہوتی ہیں' متحد بھی ہوتی ہیں' اور جیسا کہ تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے' تہذیبیں وقت کی تہوں میں دفن ہو کر غائب بھی ہو جاتی ہیں۔

مغرب' عالمی امور میں اصل عامل قومی ریاستوں کو سمجھنے لگا ہے' لیکن یہ صورت صرف گزشتہ چند صدیوں سے ہے۔ وسیع تناظر میں انسانی تاریخ تہذیبوں کی تاریخ ہے۔ ٹائن بی نے "تاریخ کا مطالعہ" میں اکیس تہذیبوں کا ذکر کیا ہے' جن میں سے اب صرف ٦ موجود ہیں۔

تہذیبوں میں تصادم کیوں؟

مستقبل میں تہذیبی تشخص کی اہمیت میں برابر اضافہ ہوتا جائے گا اور دنیا کی صورت گری سات یا آٹھ تہذیبوں کے باہمی عمل سے ہوگی۔ یہ مغربی' چینی' جاپانی' اسلامی' ہندو' سلاوک' لاطینی امریکی اور شاید افریقی تہذیب ہوں۔ مستقبل کے بڑے تنازعات ان تہذیبوں کو علاحدہ کرنے والے ثقافتی خطوط انفصال پر واقع ہوں گے۔ ایسا کیوں ہو گا؟ اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

بنیادی اختلافات

۱ - تہذیبوں کے درمیان اختلافات بنیادی ہیں۔ تاریخ' زبان' ثقافت' روایات اور سب سے اہم یہ کہ مذہب مختلف ہیں۔ مختلف تہذیبوں کے افراد' خدا اور انسان' فرد اور اجتماع' شہری اور ریاست' والدین اور اولاد اور شوہر اور بیوی کے درمیان تعلق کے بارہ میں ایک دوسرے سے مختلف نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ نیز فرائض اور حقوق' پابندی اور آزادی اور مساوات اور امتیاز کی باہمی اہمیت کے بارہ میں بھی یک رائے نہیں ہیں۔ یہ اختلافات صدیوں کی پیداوار ہیں' اور جلد ختم ہونے والے نہیں ہیں۔ یہ اختلافات سیاسی نظریات اور سیاسی حکومتوں کے اختلافات سے کہیں زیادہ بنیادی ہیں۔ اختلافات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لازماً جھگڑا ہو اور نہ یہ ضروری ہے کہ اس میں تشدد ہو۔ لیکن گزشتہ صدیوں میں تہذیبی اختلافات ہی نے سب سے زیادہ طویل اور پر تشدد محاذ آرائی کو جنم دیا ہے۔

تہذیبی شعور کی بیداری

۲ - دنیا مختصر ہوتی جا رہی ہے۔ مختلف تہذیبوں کے افراد کو میل جول کے زیادہ مواقع مل رہے ہیں۔ اس سے اپنا تہذیبی شعور بھی بیدار ہوتا ہے' اور دوسری تہذیبوں سے اشتراک اور اختلافات کا احساس بھی جاگتا ہے۔ فرانس میں شمالی افریقہ سے آنے والوں نے فرانسیسیوں میں اپنے لیے دشمن پیدا کر لیے ہیں' لیکن پولینڈ کے کیتھولکس کو خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ امریکہ میں کینیڈا اور یورپی ممالک کے مقابلہ میں جاپانی سرمایہ کاری کا زیادہ منفی ردِعمل ہوتا ہے۔ غرض تہذیبی شعور کی بیداری سے ان اختلافات اور دشمنیوں میں اضافہ ہوتا ہے جن کے سرے ماضی بعید کی تاریخ میں ملتے ہیں۔

احیائے مذہب

۳ - پوری دنیا میں جاری معاشی ترقی اور معاشرتی تبدیلی کا عمل لوگوں کو ان کی اپنی قدیم

شناخت سے محروم کر رہا ہے۔ شناخت کے ایک محور کی حیثیت سے قومی ریاست بھی کمزور ہوئی ہے۔ اکثر اس خلا کو تہذیب نے ان تحریکوں کی شکل میں آگے بڑھ کر پُر کیا ہے' جن پر بنیاد پرست کا لیبل لگایا جاتا ہے۔ اس طرح کی تحریکیں مغربی عیسائیت' یہودیت' بدھ مت' ہندومت' اور اسلام میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ان بنیاد پرست تحریکوں میں بالعموم جو لوگ سرگرم ہیں وہ نوجوان ہیں' کالجوں کے تعلیم یافتہ ہیں' متوسط درجہ کے ٹیکنیشن ہیں' پیشہ ور ماہرین ہیں اور بزنس مین ہیں۔ ایک مفکر جارج ویگل کے مطابق "یہ واضح ہے کہ بیسویں صدی کے اواخر کی ایک واضح حقیقت' دنیا میں سیکولرزم کے خاتمہ کا عمل ہے۔" گیلر کیپل کے مطابق "مذہب کے احیا نے شناخت اور تعلق کے لیے ایک قوم پرستی سے وسیع تر بنیاد فراہم کر دی ہے۔"

بنیادوں کی طرف رجوع

۴ ـ مغرب کا ایک دُہرا رول ہے جس نے تہذیبی شعور کی بیداری میں اضافہ کیا ہے۔ ایک طرف مغرب اپنے نصف النہار پر ہے۔ دوسری طرف' اور شاید مغرب کے اس عروج ہی کے نتیجے میں' غیر مغربی تہذیبوں نے اپنی بنیادوں کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا ہے۔ جاپان میں "ایشیائیت" ' انڈیا میں ہندو ہونے کا احساس' مشرقِ وسطیٰ میں' قوم پرستی اور سوشلزم کے مغربی تصورات کی ناکامی کے بعد' اسلام کی طرف رجوع' اور اب یالسٹن کے روس میں مغربیت بمقابلہ روسی ہونے کی بحث' اس کا مظہر ہیں۔ کیونکہ آج کا مغرب پوری طاقت کے ساتھ غیر مغربی طاقتوں کے مقابلے پر ہے' اس لیے ان کے اندر دنیا کو غیر مغربی انداز میں ڈھالنے کے عزم اور وسائل میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ماضی میں غیر مغربی معاشروں میں قیادت کا مقام ان افراد کو حاصل رہا ہے جو آکسفورڈ' سینڈہرسٹ یا سوبورن کے تعلیم یافتہ تھے' اور اپنی زندگیوں میں مغربی انداز کا نمونہ تھے' جب کہ ان ممالک کے عوام اپنی ثقافت اور روایات کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اب صورت کچھ الٹ رہی ہے۔ کئی ملکوں میں قیادت مغربی اثرات سے آزاد اور مقامی تقاضوں کے مطابق تشکیل پا رہی ہے' جب کہ عوام میں مغربی بلکہ امریکی ثقافت' طور طریقے اور عادات کو قبولیت حاصل ہو رہی ہے۔

تہذیبی شناخت میں تبدیلی

۵ ـ سیاسی اور معاشی اختلافات طے پا سکتے ہیں' لیکن تہذیبی شناخت و امتیاز میں تبدیلی و مصالحت مشکل ہوتی ہے۔ کمیونسٹ جمہوریت پسند بن سکتے ہیں' امیر غریب اور غریب امیر ہو سکتے

ہیں۔ لیکن آذری آرمینی نہیں بن سکتے۔ مذہب کا اختلاف نسلی فرق سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔ کوئی شخص نصف فرانسیسی اور نصف عرب ہو سکتا ہے' دو ملکوں کا بیک وقت شہری ہو سکتا ہے' لیکن نصف عیسائی اور نصف مسلمان نہیں بن سکتا۔ کالا گورا نہیں بن سکتا' لیکن کیتھولک مسلمان بن سکتا ہے' اور ایشین' یورپی ثقافت کے رنگ میں رنگا جا سکتا ہے۔

معاشی علاقائی بلاک

۶ - معاشی بنیادوں پر علاقائیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ توقع ہے کہ مستقبل میں معاشی علاقائی بلاکوں کی اہمیت بڑھتی رہے گی۔ جہاں ان بلاکوں کی کامیابی سے تہذیبی شعور کو تقویت حاصل ہوگی' وہاں یہ کامیابی خود مشترک تہذیب سے تعلق کی مرہون منت ہوگی۔ اپنے علاقے میں چین نے ایک مضبوط معاشی طاقت کی حیثیت سے اپنا مقام بنا لیا ہے۔ یورپی برادری' یورپی ثقافت اور عیسائیت کے مشترک احساس پر مبنی ہے۔ ایکو کی اساس بھی وسط ایشیا کی ثقافت اور مذہب کے اشتراک پر ہے۔ اس میں ایران' پاکستان' ترکی' آذربائیجان' قازقستان' کرغزستان' ترکمانستان' تاجکستان' ازبکستان' افغانستان' اور دس غیر عرب مسلم ممالک شامل ہیں۔ اس بلاک کی تشکیل اور ترقی میں ان میں سے بعض ممالک کے لیڈروں کے اس احساس کو بھی دخل ہے' کہ ان کے یورپی برادری میں داخلہ کا کوئی امکان نہیں ہے۔

ہم اور وہ

جب لوگ نسلی اور مذہبی شناخت کے حوالے سے سوچتے ہیں تو کچھ اپنے لگتے ہیں اور کچھ غیر۔ سوویت یونین اور مشرقی یورپ میں نظریاتی ریاستوں کے خاتمہ سے روایتی نسلی دوستیاں اور دشمنیاں ابھر کے سامنے آ گئی ہیں۔ مذہب اور ثقافت میں اختلافات سے انسانی حقوق' تجارت اور ماحولیات سمیت ہر طرح کے مسائل پر پالیسی کا اختلاف رونما ہوتا ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ مغرب کی طرف سے جمہوریت اور لبرل ازم کو آفاقی اقدار کی حیثیت سے ترویج دینے' اپنی فوجی بالادستی کو برقرار رکھنے اور معاشی مفادات کو آگے بڑھانے کی کوششوں کے جواب میں دوسری تہذیبوں کے اندر مخالف ردِعمل پیدا ہوتا ہے۔ مستقبل کی تہذیبی کشمکش میں نظریہ کی اپیل کمزور ہونے کے بعد حکومتیں مشترک مذہب اور تہذیب کی بنیاد پر حمایت حاصل کرنے کی کوشش کریں گی۔

اس طرح' تہذیبوں کی کشمکش دو سطحوں پر جاری ہے۔ ایک طرف' چھوٹے پیمانہ پر' تہذیبوں

کے درمیان خطوطِ انفصال کے دونوں طرف کے گروہ ایک دوسرے پر، اور علاقوں پر، غلبہ کے لیے باقاعدہ جنگ کرتے ہیں۔ دوسری طرف، مختلف تہذیبوں کی نمائندہ ریاستیں زیادہ سے زیادہ سیاسی اور معاشی قوت حاصل کرنے، بین الاقوامی اداروں میں اپنا رسوخ بڑھانے، اور اس طرح اپنی سیاسی اور مذہبی اقدار کو فروغ دینے کے لیے نبرد آزما رہتی ہیں۔

تہذیبوں کے درمیان خطوطِ انفصال

مغرب اور اسلام کی کشمکش

مغربی اور اسلامی تہذیبوں کے درمیان خطوط اتصال پر کشمکش ۱۳ سو سال سے جاری ہے۔ ۷۳۲ میں مسلمانوں کے اسپین سے بڑھتے ہوئے قدم وسط فرانس میں طورز کے میدان پر رکے۔ ۱۱ ویں سے ۱۲ ویں صدی تک صلیبی جنگوں میں مقدس سرزمین پر عیسائی حکومت قائم کرنے میں عارضی کامیابی حاصل ہوئی۔ ۱۴ ویں سے ۱۷ ویں صدی میں عثمانی ترکوں نے صورت حال بدل دی۔ انھوں نے مشرقِ وسطیٰ اور بلقان تک اپنی سرحدیں وسیع کرلیں، قسطنطنیہ فتح کیا اور دو دفعہ وی آنا کا محاصرہ کیا۔ ۱۹ ویں اور ۲۰ ویں صدی میں عثمانی سلطنت کے زوال کے ساتھ برطانیہ، فرانس، اور اٹلی نے شمالی افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ کے بیشتر مسلمان علاقوں پر قبضہ کرلیا۔

دوسری جنگِ عظیم کے بعد، مغرب کے قدم واپس ہوئے۔ استعماری طاقتیں منظر سے ہٹ گئیں۔ عرب قومیت اور پھر اسلامی بنیاد پرستی کا ظہور ہوا۔ مغرب کا انحصار اپنی توانائی کی ضروریات کے لیے خلیج کے ممالک پر بڑھ گیا۔ تیل سے مالا مال ملک دولت مند بھی ہو گئے اور جس نے چاہا خوب اسلحہ بھی خرید لیا۔ عربوں اور اسرائیل کے درمیان مغرب کی پیدا کردہ کئی جنگیں ہوئیں۔ ۵۰ کے عشرے میں فرانس نے الجیریا میں نہایت خونیں جنگیں لڑیں۔ ۱۹۵۶ میں فرانس اور برطانیہ نے مصر پر حملہ کیا اور ایران سے کئی جھگڑے مول لیے۔ مشرقِ وسطیٰ کی کم سے کم تین ریاستوں کی حمایت سے عرب اور مسلمان دہشت گردوں نے کمزوروں کا اسلحہ استعمال کرتے ہوئے مغرب کے جہازوں اور اہم عمارات پر حملے کیے، اور مغربی افراد کو یرغمال بنایا۔ جب ۱۹۹۰ میں امریکہ نے کچھ عرب ملکوں پر کچھ دوسرے ملکوں کے حملہ کے بعد بہت بڑی فوج بھیجی تو مغرب اور عربوں کے درمیان یہ کشمکش ایک انجام کو پہنچی۔ اس کے نتیجے میں ناٹو کو بھی اب اپنے جنوب میں عدم استحکام اور ممکنہ خطرات کی فکر ہے۔

آئندہ امکانات

مغرب اور اسلام کے درمیان صدیوں پرانی اس لڑائی کے کم ہونے کے کوئی آثار نہیں ہیں۔

یہ زیادہ خطرناک ہو سکتی ہے۔ خلیج کی جنگ نے کچھ عربوں میں فخر کا جذبہ پیدا کیا کہ صدام حسین نے اسرائیل پر حملہ کیا اور مغرب کے مقابلے میں کھڑا ہوا۔ خلیج میں مغربی افواج کی موجودگی اور ان کی برتری پر' اور اپنی تقدیر خود بنانے پر قادر نہ ہونے کے احساس نے شکست اور ذلت کا احساس طاری کیا۔ بیشتر عرب ملکوں میں معاشی اور معاشرتی ترقی سے ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ شخصی حکومتیں مناسب حال نہیں رہی ہیں' اور جمہوری نظام کے لیے کوششیں طاقت پکڑ رہی ہیں۔ اس سے عربوں کے سیاسی نظام میں کچھ راستے کھلے ہیں۔ ان سے سب سے زیادہ فائدہ اسلامی تحریکوں کو پہنچا ہے۔ یہ ایک عجیب حقیقت ہے کہ عرب دنیا میں مغربی جمہوریت سے مغرب دشمن طاقتیں مضبوط ہوئی ہیں۔ یہ عارضی ہو سکتا ہے' لیکن اس سے مسلم حکومتوں اور مغرب کے درمیان تعلقات میں پیچیدگیاں پیدا ہوئی ہیں۔

ان پیچیدگیوں کا ایک دائرہ آبادیوں کی نقل و حرکت سے عبارت ہے۔ شمالی افریقہ میں آبادی میں غیر معمولی اضافہ کی وجہ سے مغربی یورپ میں وہاں سے آمد جاری ہے۔ اس کی بڑی سیاسی نزاکتیں ہیں۔ اٹلی' جرمنی اور فرانس میں نسلی تعصب بہت واضح ہے۔ ۱۹۹۰ کے بعد سے عربوں اور ترکوں کے خلاف نفرت اور تشدّد میں واضح اضافہ ہوا ہے۔

اسلام اور مغرب کی اس کشمکش کو دونوں طرف تہذیبوں کا تصادم ہی قرار دیا جا رہا ہے۔ ایک ہندوستانی مسلمان مصنف اے جے اکبر لکھتا ہے' "مغرب کا اگلا معرکہ یقیناً مسلم دنیا سے ہوگا۔ شمالی افریقہ سے پاکستان تک پھیلی ہوئی مسلم مملکتوں میں ہی نیو ورلڈ آرڈر کے لیے جدوجہد کا آغاز ہوگا"۔

تاریخی طور پر عرب اسلامی تہذیب کا مخالفانہ ردِّعمل جنوب کے لامذہب اور ملحد کالوں کے خلاف رہا ہے' جو اب بڑی تعداد میں عیسائی ہو رہے ہیں۔ ماضی میں غلاموں کے عرب تاجر اور کالے غلام اس کی علامت تھے۔ اب اس کا اظہار سوڈان میں عربوں اور کالوں کی مسلسل خانہ جنگی' چاڈ اور صومالیہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی کشمکش' اور نائیجریا میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان سیاسی کشمکش' فسادات اور تشدّد کی شکل میں دیکھا جا سکتا ہے۔ افریقہ میں عیسائیت کی اشاعت اور جدید رجحانات کے فروغ سے اس کشمکش میں اضافہ ہی ہوگا۔

تہذیبوں کے اس تصادم کا ایشیا میں ایک مرکز اور ہے۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کی کشمکش' پاکستان اور ہندوستان کی باہمی دشمنی کے علاوہ' خود ہندوستان میں مسلم اقلیت کے خلاف ہندوؤں کے متشددانہ رویہ میں نظر آتی ہے۔ دسمبر ۱۹۹۲ میں بابری مسجد کی شہادت سے یہ مسئلہ سامنے آیا

ہے کہ آیا ہندوستان ایک سیکولر جمہوری ریاست رہے گا' یا ایک ہندو ریاست بن جائے گا۔

دوسری طرف چین اور امریکہ کے درمیان ایک نئی سرد جنگ کے آثار ہیں۔ اسی طرح جاپان اور امریکہ کے تعلقات میں ثقافتی اختلافات معاشی تنازعات کو سنگین بنا دیتے ہیں۔ امریکہ کی معاشی چشمک یورپ سے بھی ہے۔ لیکن وہاں اس کی اتنی سیاسی اور جذباتی اہمیت اس لیے نہیں ہے کہ ان کی تہذیب میں ایسا کوئی فرق نہیں جیسا کہ جاپانی اور امریکی تہذیب میں ہے۔

شدت میں فرق

تہذیبوں کے تصادم کی نوعیت میں اس لحاظ سے فرق ہوتا ہے کہ اس کے نتیجے میں تشدد اور خونریزی کس درجہ کی رونما ہوتی ہے۔ امریکہ' یورپ اور جاپان میں معاشی دوڑ کو غلبہ حاصل ہے' لیکن یوریشیا میں نسلی اختلافات کے نتیجے میں نسلی صفائی کے منظر بھی نظر آتے ہیں۔ یہ عموماً دو مختلف تہذیبوں کے درمیان ہوا ہے' ایک ہی تہذیب کے گروہوں کے درمیان نہیں۔ یوریشیا میں تہذیبوں کی سرحدات پر شعلے ہی شعلے ہیں۔ افریقہ سے وسط ایشیا تک مسلم ممالک کے ہلال شکل کے ابھار پر یہ بہت واضح ہیں۔ بلقان میں سربوں کے خلاف' اسرائیل میں یہودیوں کے خلاف' انڈیا میں ہندوؤں کے خلاف' برما میں بدھوں کے خلاف' فلپائن میں کیتھولکس کے خلاف' ہر جگہ مسلمانوں سے تصادم میں تشدد اور خونریزی ہے۔ اسلام کی سرحدات پر خون ہی خون ہے۔

(جاری ہے)

اس شمارہ کے درج ذیل مضامین تقسیم عام کے لیے طلب کیے جا سکتے ہیں

○ مستقبل اسلام کا ہے	۷۵/= روپے فی سیکڑہ
○ نبوتِ محمدیؐ کا عالمی مشن	۵۵/= 〃 〃
○ محاسبۂ نفس	۵۵/= 〃 〃
○ تحریکِ اسلامی الجیریا میں	۵۵/= 〃 〃

ادارہ ترجمان القرآن ۔ اردو بازار لاہور ۵۴۰۰۰